تلخیص

مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی

(چند اہم مغربی مفکرین کے افکار وخیالات کا تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی

مقالہ نگار

محمد ارشد

زیر نگرانی

پروفیسر اختر الواسع

۲۰۰۲ء

شعبہ اسلامک اسٹڈیز

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دھلی۔۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلخیص

مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی

''مغرب اور اسلامی بنیاد پرستی'' کے موضوع پر لکھا جانے والا موجودہ مقالہ بنیادی طور پر ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ چونکہ اسلامی بنیاد پرستی کی اصطلاح نسبتاً نئی ہے اس لیے مغربی رجحانات کو سمجھنے اور جاننے کے لیے جن مفکرین اور تحریروں کا انتخاب کیا گیا ہے وہ سبھی حیات ہیں اور اپنی تحریروں کے ذریعہ مغربی سیاست اور سماج دونوں کو ہی متاثر کرتے ہیں۔ لہٰذا توقع ہے کہ مذکورہ انتخاب بڑی حد تک مغرب میں اسلام (سیاسی) اور اسلامی بنیاد پرستی کے حوالے سے پائے جانے والے رجحانات کا نمایندہ ثابت ہوگا۔

مقدمے میں موجودہ عالمی منظرنامے کو سامنے رکھتے ہوئے ''اسلامی بنیاد پرستی'' کی اصطلاح کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''بنیاد پرستی'' کی اصطلاح فی الحقیقت ایک مغربی اصطلاح ہے جس کا استعمال بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں امریکی پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے اس طبقے کے لیے ہوا جو عیسائیت میں تجدید کا مخالف تھا اور بائبل کی لفظیت (لفظی تشریح) پر یقین رکھتا تھا۔ اپنے مخصوص عیسائی پس منظر کے سبب ''بنیاد پرستی'' کی اصطلاح کا استعمال مسلمانوں کے لیے درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اسلامی تعلیمات اسلام میں تجدید و اصلاح کی مخالفت کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ بہر حال اسلامی بنیاد پرستی کی اصطلاح دورِ جدید میں مسلمانوں کے ان افراد اور تحریکات کے لیے استعمال ہو رہی ہے جو اسلام کو ایک نظام باور کرتے ہیں اور اس کے احیاء کے لیے کوشاں بھی ہیں۔ مغرب بھی کسی سمت یا جغرافیائی خطے کا نام نہ ہو کر ایک کلچر، ایک تمدن اور ایک نظام کا نام ہے جس کا جمہوریت، سیکولرزم، انسانی حقوق، آزادیٔ رائے وغیرہ لازمی جزء ہیں، امریکہ اور مغربی یورپی ملکوں کو اس میں اہم رول حاصل ہے۔

مقالے کے پہلے باب میں مشہور مستشرق برنارڈ لوئس کے خیالات اسلام (نظام) کے بارے میں جاننے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے اس کے مضمون "Return of Islam" کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ برنارڈ لوئس کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو خود ان کے اپنے فریم ورک میں رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے اسلام اور مغرب کے مابین کش مکش کے تاریخی عوامل کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ اسلام میں مذہب کو ایک آفاقی اور مرکزی عامل باور کرتا ہے اس کے نزدیک اسلام میں مذہبی و سیاسی اتھارٹی ایک ہی ہوتی ہے (جو مذہب کے عیسائی تصور سے الگ ہے) لہٰذا دیگر نظاموں سے اس کا ٹکراؤ ضروری ہے۔ اس کے مطابق اسلامی دنیا میں مذہب (اسلام) آج بھی بہت ہی طاقت ور سیاسی قوت ہے البتہ ابھی تک مسلم دنیا میں اسے صحیح سمت اور رخ نہیں دیا گیا ہے، جس کا سبب مسلم دنیا میں جدید تعلیم یافتہ قیادت کا فقدان ہے۔

دوسرے باب میں سموئل پی ہنٹنگٹن کی کتاب The Clash of Civilizations and the Remaking of "World Order" مطالعہ کیا گیا ہے۔ ہنٹنگٹن نے اس میں موجودہ دنیا میں ایک نئی صف بندی کی پیش گوئی کی ہے جو تہذیبی بنیادوں پر ہوگی اور اس میں مذہب اہم رول ادا کرے گا۔ اس کے مطابق تصادم کے سب سے زیادہ امکانات اسلام اور

مغرب کے درمیان ہیں کیونکہ ان کے درمیان تنازعے کی نہ صرف تاریخی بنیادیں ہیں بلکہ مسلم دنیا میں اسلامی تحریکات کا فروغ جو کہ بالعموم مغرب مخالف رجحان رکھتی ہیں، انھیں ایک طرح سے ٹکراؤ کی حالت میں کھینچ بھی لایا ہے۔ ہنٹنگٹن نے ایرانی انقلاب، افغانستان کی جنگ اور بعد ازاں خلیجی جنگ سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مسلم دنیا نے سوویت بلاک کی جگہ لے لی ہے۔ ہنٹنگٹن نے مسلم دنیا کی اسلامی تحریکات میں مذہب کے بڑھتے کردار کی نشان دہی بھی کی ہے۔ اس نے اسلحے کی توسیع، انسانی حقوق وجمہوریت اور نقل مکانی جیسے مسائل پر بھی گفتگو کی ہے۔ اس کے مطابق مغرب اپنی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے باقی دنیا کو اپنے انسانی حقوق اور جمہوری اصولوں کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ اسلحے کی توسیع پر بھی روک لگانا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی اسے یورپ وامریکہ کی جانب ہونے والی نقل مکانی سے بھی تشویش لاحق ہے۔ البتہ ہنٹنگٹن مغرب کو یہ خیرخواہانہ مشورہ بھی دیتا ہے کہ وہ یک قطبی عالمی نظام کی بات بھول جائے کیونکہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دنیا یک محوری نہ ہوکر کثیر محوری ہوگئی ہے۔ اب مغرب کے مفاد میں یہی ہے کہ وہ ایک ایسی تکثیری دنیا کو تسلیم کرلے جس میں کہ اسے دیگر تہذیبی اکائیوں کا سامنا ہے اور ان میں اسلام اور چینی تہذیبیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

مقالے کے تیسرے باب میں اسلامی بنیاد پرستی کے بارے میں فریڈ ہالی ڈے کے افکار کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے اس کی کتاب "Islam and the Myth of Confrontation" کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے ہالی ڈے اسلام اور مغرب کے درمیان کش مکش اور ٹکراؤ کو ایک مزعومے سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے۔ وہ تصادم کے نظریے کو یکسر مسترد کرتا ہے۔ وہ مسلم دنیا میں خاص طور پر مشرق وسطی میں جنگجوئیت کے رجحانات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس کے اسباب اسلام یا اسلامی نہ ہوکر مقامی مسائل ہیں۔ اس کے مطابق مسلم دنیا اور مشرق وسطی کے ممالک بھی تیسری دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ہی معاشی ترقی اور سیاسی تبدیلی جیسے مسائل سے دوچار ہیں وہ اسلامی دنیا کی تحریکات میں مذہبی عامل کو باور کرنے سے انکاری ہے، اس کے نزدیک اسلام بحیثیت نظام کوئی چیز نہیں ہے، نہ ہی مسلم دنیا میں جدید ترقی یافتہ مغربی دنیا کا مقابلہ کرنے کی کوئی صلاحیت ہے۔

چوتھے باب میں جان۔ ایل۔ اسپوزیٹو کے خیالات کو جاننے کے لیے اس کی کتاب "The Islamic Threat: Myth or Reality" کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اسپوزیٹو کا تعلق مغربی مفکرین کے اس طبقے سے ہے جو اسلام کو نہ تو خطرہ باور کرتا ہے نہ ہی اسے بالکل ازکار رفتہ سمجھتا ہے۔ وہ اسلام کی حرکیت کو تسلیم کرتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ اسلام میں بحیثیت نظام یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کسی بھی نظام (سیاسی واقتصادی) کے لیے بنیادیں فراہم کرسکے۔ اسپوزیٹو اسلام (نظام) کو مغرب کے لیے ایک چیلنج باور کرتا ہے اور مغرب کے ارباب حل وعقد کو مشورہ بھی یہی دیتا ہے کہ وہ اسلام کو خطرہ باور کرنے اور اسے بالکل ہی نظر انداز کرنے کے بجائے ایک چیلنج کے طور پر قبول کریں اور اس کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل تیار کریں۔ اس کے مطابق مسلم دنیا کے واقعات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں ان کے مخصوص پس منظر اور حالات میں رکھ کر دیکھا جائے۔

خلاصہ یہ کہ مغرب میں اسلام یا جدید مسلم دنیا اور اسلامی تحریکات کے حوالے سے جہاں ایک طرف بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں وہیں اسلام اور مسلم دنیا کو سمجھنے کی سنجیدہ کوشش بھی ہورہی ہیں۔ البتہ مغرب میں پائی جانے والی بعض غلط فہمیوں کو غذا مسلم دنیا کی تشدد میں یقین رکھنے والی تحریکات سے فراہم ہورہی ہے اس لیے غلط فہمیوں کے پیدا ہونے کی ذمہ داری جہاں ایک طرف اہل مغرب پر عائد ہوتی ہے کہ وہ حالات و واقعات کو صحیح تناظر میں دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے وہیں مسلم دنیا میں بھی کچھ لوگ اور تحریکات غلط فہمیوں کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کررہی ہیں۔